ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154

Volume.6, Issue.3 (2023)
(July - September)

قرآنِ کریم کے تمثیلی منہج کا تجزیاتی مطالعہ

Muhammad Akram
Phd Scholar Hitec University
Email: alyaqeen66@gmail.com

Dr. Rab Nawaz
Chairman Department Of Islamic Studies HitecUniversity Taxila
rab.nawaz@hitecuni.edu.pk

Abstract

The use of parables is not limited to the Quran alone; it can also be found in various celestial books before the Holy Quran. In the Gospel, many parables are mentioned, and the book of wisdom attributed to Solomon (peace be upon him) is also filled with parables.. The primary purpose of this article is to investigate the Quranic method of using parables.Data was collected from the Holy Quran and relevant literature,and logically organized according to educational perspectivesMathal/Mithal in relevant contexts were identified and analyzed in Quranic verses by their meanings. The findings confirm the significance of exploring the relationships among the words, context, background, similes, and metaphors used in Quranic parables. The purpose of Quranic parables is to present rational concepts in the garb of sensory images to facilitate their understanding.Therefore, it is recommended to integrate the method of conveying parables and examples into educational curricula at appropriate levels. Teachers should also be trained in using Quranic techniques for presenting parables.Understanding the hidden wisdom in Quranic parables requires not only scholarly knowledge but also a harmonious connection with the language of revelation. Quranic parables, with their eternal illumination, illuminate the paths towards both understanding and righteous actions.

Keywords: Quranic parable, mathal, polysemy, comparison, method.

تمہید و تعارف

قرآنِ مجید توحیدِ باری تعالیٰ اور رسالت مصطفیٰ ﷺ کے اثبات کیلئے ایک دائمی معجزہ ہے اور ممتنع النظیر اسلوبِ بیان،ناممکن الحصول فصاحت و بلاغت اور استطاعتِ بشری وجنی سے

قرآنِ کریم کے تمثیلی منہج کا تجزیاتی مطالعہ

ماوراء "اخبار بالغیب " جیسی فقید المثال خصوصیات کی بناء پر اِس کا معجزانہ غلبہ و تفوق تاابد قائم و دائم رہے گا ،موقع ومحل کے مطابق طرزتخاطب اور زوربیان،پر شکوہ بندشِ الفاظ ،ترکیب کی چستی،جملوں کی برجستگی،مبنی بر حکمت امثلہ، تاریخی حالات و واقعات کا پرمغز تذکرہ اور اس پر مستزاد، سیدھا دلوں میں اترجانے والا،بصیرت افروز،چشم کشا ،فطری طرز استدلال ،یہ ہے قرآنِ حکیم کا وہ تاثیری سرمایہ جس نے برجستہ خطابت ، فی البدیہہ شعر گوئی اور فصاحت وبلاغت میں یکتائے روزگارعربوں کو ایسا مبہوت و متحیرکیا کہ وہ اپنی طلاقتِ لسانی اورزبان وبیان کی سلاست وروانی کو پست و درماندہ سمجھنے پر مجبور ہوگئے،ان کی صلاحیتوں کے سارے چاند گہنا گئے کیونکہ قرآنِ حکیم نے نظم ونثر کے درمیان ایسا خوبصورت جاذبِ سماعت اور دلآویز اسلوب اختیار کیاجو ان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا،بلاشبہ کتاب انقلاب دنیائے عرب کے لسانی کمال کی وہ انتہاء ہے جس سے اوپر وہ کسی عروج وانتہاء کا تصور تک نہ کرسکتے تھے-

ارشادِ رسول ﷺ ہے:" إن القرآن نزل على خمسة أوجه حلال وحرام ومحكم ومتشابه وأمثال فاعملوا بالحلال واجتنبوا الحرام واتبعوا المحكم وآمنوا بالمتشابه واعتبروا بالأمثال" [1]حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں:بے شک قرآن پانچ صورتوں میں نازل ہوا یعنی حلا ل و حرام،محکم،متشابہ اور امثال سو حلال پر عمل کرو،حرام سے بچو،محکم کی پیروی کرو،متشابہ پر ایمان رکھواور مثالوں پر قیاس کرو-

نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق قرآن کریم کا ایک معتدبہ حصہ امثال پر مشتمل ہے جن سے آپ نے عبرت حاصل کرنے کا حکم دیا ہے جس کیلئے ضروری ہے کہ قرآن حکیم کے تمثیلی منہج کو تجزیاتی طور پر سمجھا جائے تاکہ علی وجہ التحقیق آپ ﷺ کے حکم پر عمل ہوسکے-

موضوع کی ضرورت و اہمیت اور اسبابِ انتخاب

قرآن پاک کے تمثیلی منہج کو سمجھنا انتہائی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ یہ دنیا بھر کی دیگر مثالوں کے مقابلے میں نمایاں امتیازات رکھتا ہے۔ قرآنی تمثیلیں، اپنے منفرد اسلوب اور گہرائی کے ساتھ، گہرے معانی کا خزانہ رکھتی ہیں اور معجزاتی خصوصیات کی حامل ہیں۔ اس طریقہ کار کو تلاش کرنے سے نہ صرف مطلوبہ مقاصد تک رسائی حاصل ہوتی ہے بلکہ ان تمثیلوں کی معجزانہ نوعیت کا بھی ادراک ہوتا ہے، تمثیلی منہج کا تجزیاتی مطالعہ امثالِ قرآن کی حکمتیں دریافت کرنے ، قرآن کے پیغام کے

قرآنِ کریم کے تمثیلی منہج کا تجزیاتی مطالعہ

بارے میں ہماری سمجھ کو بہتر بنانے اور اس کی تعلیمات کے ساتھ ہمارے تعلق کو گہرا کرنے کیلئے بطور کلید اہم کردار ادا کرے گا ۔

سابقہ تحقیقات کا تاریخی جائزہ(literature review)

امثال قرآنی کے بارے میں دستیاب مخطوط و مطبوع تصانیف اور *تحقیقی مقالہ جات میں سے کسی میں بھی" قرآنِ کریم کے تمثیلی منہج کے تجزیاتی مطالعہ "پر کوئی کتاب یا مقالہ ابھی تک نہیں لکھا گیا ہے-*

تحقیق کا بنیادی سوال (Problem Statement)

قرآن کریم کے تمثیلی منہج کے خصائص و امتیازات اور مقاصد کیا ہیں ؟

منہجِ تحقیق(Research Methodology)

اس تحقیق کے لیے بنیادی مصادر سے مواد اخذ کرکے معروف طریقہ کے مطابق اس کی تحلیل و تنقیح کی گئی ہے اور اس کے نتیجے میں سامنے آنے والے حقائق سے من و عن نتائج اخذ کیے گئے ہیں-

تحقیقی منصوبہ (Research Plan)

اس مقالے کو ایک تعارف اوردرجِ ذیل مباحث پر تقسیم کیا گیا ہے-

مبحث اول: قرآنِ کریم میں مَثَل اور مِثل کے استعمالات کی تحقیق

مبحث دوم: قرآنِ کریم میں مثل اور اس کے مشتقات کے مفاہیم

مبحث سوم : مَثَل اور مِثل کےبارے میں اساطینِ امت کا نقطہ نظر

مبحث چہارم: مثل کی لغوی واصطلاحی تعریف اور دنیوی امثلہ اور قرآنی امثلہ کے مابین فرق

مبحث پنجم : آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں قرآن کریم کے تمثیلی منہج کی خصوصیات

مبحث اول: قرآنِ کریم میں مَثَل اور مِثل کے استعمالات کی تحقیق

مادہ (م ث ل) اپنے مختلف مشتقات کے ساتھ قرآن حکیم کی 165آیات میں 177 مرتبہ وارد ہوا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ مِثل (میم مکسورہ) اور اس کی جمع اَمثال 84 آیات میں 84 مرتبہ وارد ہوا ہے جبکہ مَثَل (میم مفتوحہ) اور اس کی جمع اَمثال 71 آیات میں 87 مرتبہ وارد ہوا ہے اور اسی سے مشتق تمثل، امثل،المثلی اور مثلات ایک ایک مرتبہ قرآن حکیم میں آئے ہیں اور لفظ تماثیل قرآن حکیم میں دو مرتبہ استعمال ہوا ہے-[2]

قرآنِ کریم کے تمثیلی منہج کا تجزیاتی مطالعہ

قرآن کریم میں مثل کے استعمالات

مَثَل اور مِثل دونوں کا مادہ اشتقاق اگرچہ ایک ہے اور دونوں کا معنیٰ اصلی بھی شبہ ہے، مگر استعمال کے اعتبار دونوں مختلف ہیں قرآنِ حکیم میں مَثل کہیں مشبہ کے ساتھ، کہیں مشبہ بہ کے ساتھ ،کہیں دونوں کے ساتھ ، کہیں بطور تمییز ، کہیں بطور فاعل اور کہیں ضرب اور اس کے مشتقات کے ساتھ مستعمل دکھائی دیتا ہے جیسے

فقط مشبہ کی مثال

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ [3]

اور گندی بات جیسے گندہ درخت جسے زمین کے اوپر سے کاٹ دیا گیا ہو سو اس کیلئے کوئی قرار نہیں۔

فقط مشبہ بہ کی مثال

اعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا۔[4]

ترجمہ:جان لو بلا شبہ دنیا کی زندگی کھیل کود، زینت ،باہمی تفاخر اور مال و اولاد میں ایک دوسرے پر زیادتی چاہنا ہے اس بارش کی طرح جس کا سبزہ کسانوں کو خوش کردے پھر وہ سوکھنے لگے تو تو اسے زرد دیکھے پھر وہ ریزہ ریزہ ہوجائے۔

مشبہ بہ اور مشبہ کی مثال

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا[5] : ان کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی۔

بطور تمییز کی مثال

مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَذَا مَثَلًا[6]

اس مثال سے اللہ پاک نے کیا ارادہ کیا۔

بطور فاعل کی مثال

بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ - [7]

قرآنِ کریم کے تمثیلی منہج کا تجزیاتی مطالعہ

کتنی بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا-

ضرب اور اس کے مشتقات کے ساتھ-

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ-[8]

ان کیلئے بیان کیجئے ! دنیا کی زندگی کی مثال اس پانی جیسی ہے جسے ہم نے آسمان سے اتارا-

قرآن حکیم نے مَثَل کے برعکس "لفظ مِثل" صرف مشبہ پر استعمال کیا ہے وہ بھی ایسی جگھوں پر جہاں مِثل کی جگہ مَثَل استعمال ہی نہیں ہوسکتا جیسے-

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُوحَى إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ[9]

فرمادیجئے کہ میں تو تم جیسا بشر ہی ہو ں ،مجھے وحی کی جاتی ہے کہ تمہار معبود معبود واحد ہی ہے-

یا جیسے لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ [10]:اس جیسا کوئی نہیں ہے

خلاصہ کلام: سو اس سے ثابت ہوا کہ مثل ادوات تشبیہ میں سے ایک ادات ہے جس کے ذریعے مماثلت کو پختہ کیا جاسکتا ہے مَثَل کے برعکس کہ اس کے ذریعے ایسا نہیں کیا جاسکتا- اسی بنیاد پر بعض علماء عربیت نے مثل اور مثل کے مابین استعمال کے اعتبار سے فرق کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان میں سے ایک دوسرے کی جگہ نہ استعمال ہوسکتا ہے اور نہ ہی یہ ایک دوسرے کا مفہوم بیان کر سکتے ہیں [11] اور یہی درست ہے مگر علماء بلاغت میں سے بعض نے مَثَل کو بھی ادوات تشبیہ میں شمار کیا ہے[12] مگر قرآن حکیم کے استعمال سے یہ دعوٰی ثابت نہیں ہے کیونکہ قرآن حکیم میں متعدد مواقع پر مثل کو اگر ادوات تشبیہ میں استعمال کریں تو سارا مفہوم تہس نہس ہوجاتا ہے کیونکہ مَثل کبھی مشبہ پر ، کبھی مشبہ بہ پر اور کبھی دونوں پر داخل ہوتا ہے کبھی فاعل اور تمییز کے طور پر بھی واقع ہوتا ہے جیسا کہ ماقبل صفحات میں امثلہ ذکر کی گئی ہیں لیکن اس کے برعکس مِثل فقط مشبہ بہ پر ہی داخل ہوتا ہے سو علماء مذکور کا یہ دعوی درست نہیں ہے-قرآن حکیم سے ہی اس دعوی کے رد پر دوسری قوی دلیل یہ ہے کہ متعدد مواقع پر مشبہ بہ پر "مَثَل " کے دخول کے باوجود کا ف تشبیہ لایا گیا ہے جیسے :"إِنَّ مَثَلَ عِيسَى عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ"[13]:"بلا شبہ عیسی علیہ السلام کی مثال اللہ کے ہاں آدم

"تو اس کی مثال چٹیل چٹان :[14]"فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ": یا جیسے -"علیہ السلام کی سی ہے کی سی ہے جس پر مٹی پڑی ہو"۔جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ "مَثَل " ادوات تشبیہ میں سے نہیں ہے اگر ہوتا تو مشبہ بہ پر دخول کے ساتھ کاف تشبیہ کی ضرورت نہ پڑتی اگر چہ کاف تشبیہ لیس کمثلہ شئ پر بھی داخل ہے مگر وہاں نحاہ کے نزدیک زائدہ اور بلغاء کے نزدیک بطور مبالغہ نفی کی تاکید پر تنبیہ کرنے کیلئے ہے جبکہ ان مقامات پر ایسی کوئی تاویل تفاسیر میں نہیں ملتی۔[15]

مبحث دوم: قرآنِ کریم میں مثل اور اس کے مشتقات کے مفاہیم

قرآن حکیم میں مثل اپنے مشتقات کے ساتھ جن مفاہیم میں استعمال ہوا ہے وہ تمام آیات ترجمے کے ساتھ حسب ذیل ہیں-

مثل سے ہی مثلہ کا لفظ بنا ہے جودو طرح سے پڑھا جاتا ہے : میم کے ضمہ اور ث کے سکون کے ساتھ یا میم کے فتحہ اور ثا کے ضمہ کے ساتھ بصورت اول یہ ٹکڑے کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے-

مثلہ میم کے فتحہ اور ثاء کے ضمہ کے ساتھ عقوبت اور سزاء کے معنیٰ میں مستعمل ہے اسی کی جمع مثلات قرآن پاک میں وارد ہوئی ہے:

{وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ }[16]" اور یہ لوگ بھلائی سے پہلے تم سے برائی کے جلد خواستگار یعنی (طالب عذاب) ہیں حالانکہ ان سے پہلے عذاب (واقع) ہوچکے ہیں-"

کبھی مَثل صفت کے معنیٰ میں آتا ہے:امام جوہری نے لکھا :ومثل الشي أيضا صفته كقوله تعالى { مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ }[17]،[18] وقد يكون المَثل بمعنى العبرة ومنه قوله عزوجل:{ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ }[19] ترجمہ: اور مثل الشئ سے مراد اس کی صفت ہےاورکبھی مثل عبرة کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے جیسے ارشاد خداوندی ہے:{ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ }:[20] ترجمہ:تو ہم نے ان کو گئے گزرے کردیا اور پچھلوں کے لئے عبرت بنا دیا-

اورمَثل کبھی آیت کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوتا ہےجیسے سیدنا عیسی علیہ السلام کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے:{ إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِبَنِي إِسْرَائِيلَ}:[21]

ترجمہ:اور وہ تو صرف ہمارے بندے ہیں جن پر ہم نے انعام کیا اور انہیں بنی اسرائیل کیلئے دلیل نبوت بنایا۔

اور کبھی یہ حدیثِ نفس کے معنیٰ میں بھی آتا ہے جیسے ارشادِ خداوندی ہے}: وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْأَعْلَى وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ}[22] ترجمہ:اور اللہ کیلئے اعلیٰ صفت ہے اور وہ غالب حکمت والا ہے-

امثل کی جمع اماثل آتی ہے اس کی مؤنث فعلٰی کے وزن پر قرآن پاک میں وارد ہوئی ہے ارشاد خداوندی ہے:{ وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى }[23] ترجمہ:اور یہ دونوں تمہارا شائستہ مذہب ختم کردیں گے-

قال الأَخفش :المُثْلَى تأْنيثُ الأَمْثَل كالقُصْوى تأْنيث الأَقْصٰى[24]:اخفش نے کہا مثلیٰ امثل کی مؤنث ہے جیسے قصوٰی اقصیٰ کی مؤنث ہے-

کبھی امثل کا لفظ اولیٰ اور اصوب کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوتا ہے: جیسے کہ ارشاد خداوندی ہے:{ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا }[25] ترجمہ:اس وقت ان میں سب سے اچھی راہ والا (یعنی عاقل وہوشمند) کہے گا کہ (نہیں بلکہ) صرف ایک ہی روز ٹھہرے ہو-

اور مثل سے ہی تمثال کا لفظ بنا ہے اور یہ تاء کے فتحہ یا کسرہ کے ساتھ پڑھا جاتا ہے اگر اسے کسرہ کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کا معنیٰ مورتی ہے اسی کی جمع تماثیل قرآن پاک میں وارد ہوئی ہےارشاد خداوندی ہے :{مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ }:[26] یہ کیا مورتیاں ہیں جن (کی پرستش) پر تم جمے ہوئے ہو؟{ يَعْمَلُوْنَ لَه مَا يَشَاۗءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ }
[27]ترجمہ:وہ جو چاہتے یہ ان کے لئے بناتے یعنی قلعے اور مجسمے اور (بڑے بڑے) لگن جیسے تالاب اور دیگیں جو ایک ہی جگہ رکھی رہیں-

باب تفعل سے یہ بیان کرنے، مثال دینے اور کسی چیز کے مشابہ ہوجانے کے معنیٰ میں آتا ہے ارشاد خداوندی ہے: { فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا }[28] ترجمہ: ہم نے ان کی طرف اپنا فرشتہ بھیجا تو وہ ان کے سامنے ہو بہوآدمی بن گیا-

مبحث سوم : مَثَل اور مِثل کےبارے میں اساطینِ امت کا نقطہ نظر

مَثَل (بفتحتین) اور مِثل (کسرہ و سکون کے ساتھ) اگرچہ ایک ہی مادہ سے مشتق ہیں اور دونوں کا معنیٰ شبہ و نظیر ہے مگر ان کے استعمال کے حوالے سے دو نقطہ نظر پائے جاتے ہیں -

1- مَثل اور مِثل میں کوئی فرق نہیں ہے -

احمد بن فارس، امام راغب اصفہانی ، اسحاق بن ابراہیم الفارابی، اسماعیل بن حماد الجوہری، ابو ہلال عسکری،علامہ زمخشری اور علامہ ابن منظور مثل اور مثل کو ایک قرار دیتے ہوئے یوں استدلال کرتے ہیں" :الميم والثا واللام أصل صحيح يدل على مناظرة الشيء للشىء ، وهذا مثل هذا ، أي نظيره ، والمَثَل والمثال بمعنى واحد"[29]- ترجمہ:میم ، ثاء اور لام اصل صحیح ہیں جو کسی شئ کو کسی شئ کیلئے نظیر بنانے پر دلالت کرتے ہیں اور"یہ اس کی مثل ہے " کا معنی یہ اس کی نظیر ہے اور مثل اور مثال معنی واحد ہیں-حتی کہ علامہ آلوسی نے تو یہاں تک لکھا: "والمثل– بفتحتين كالمثل بكسر فسكون– والمثيل في الأصل النظير والشبيه، والتفرقة لا أرتضيها" [30] ترجمہ: مَثَل دو فتحوں کے ساتھ مِثل کی طرح ہے اور مَثَل کا اصلی معنیٰ شبہ ونظیر ہے اور ان کے مابین تفرقہ کو میں پسند نہیں کرتا

2 : مثل اور مثل میں استعمال کے اعتبار سے فرق ہے۔

خلیل بن احمد فراہیدی ت175 ھ کا نقطہ نظر

خلیل بن احمد فراہیدی کے نزدیک مثل کو مثل کی جگہ استعمال نہیں کیا جاسکتا اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان دونوں کا معنیٰ بھی ایک نہیں ہے کیونکہ اہل عرب کے ہاں" هذا عبد الله مثلك وهذا رجل مثلك "کہا جاتا ہے اگر مثل اور مثل یکساں ہوتے تو مِثلک کی جگہ مَثلک بھی بولنا معمول ہوتا ،ایسا تو نہیں ہے لہذا یہ یکساں نہیں ہیں-[31] تاہم خلیل نے دونوں لفظوں کے درمیان استعمال کے اعتبار سے فرق کو کچھ زیادہ واضح نہیں کیا۔

ابن بری 572ھ کا نقطہ نظر

ابن بری کے نزدیک مَثل مماثلۃ کے معنیٰ میں ہے جبکہ مِثل کا معنیٰ مساوات ہے پھر مماثلت اور مساوات میں فرق بیان کرکے ان کے درمیان فرق کو واضح کرتے ہیں :مساوات دو

چیزوں کے مابین ہوتی ہے قطع نظر اس کے کہ وہ جنس میں متفق ہوں یا مختلف ہوں اسلئے کہ مساوات سے مراد مقدار میں برابری ہے جو نہ تو کم ہوسکتی ہے اور نہ ہی زیادہ ، جبکہ مماثلت صرف دو ایسی چیزوں کے درمیان ہی ہوسکتی ہے جن کی جنس ایک ہو سو مِثل نہ صرف مَثل سے اعم ہے بلکہ وہ مَثل کو بھی متضمن ہے اور اس کا عکس درست نہیں ہے۔

امام راغب اصفہانی کا نقطہ نظر

اما م راغب اصفہانی کے نزدیک مَثل کی بنسبت مِثل اعم ہے سو وہ لکھتے ہیں:" مثل کا لفظ معنی مثل کو متضمن تو ہے لیکن مشابہت کیلئے جس قدر جامعیت مِثل کے لفظ میں ہے وہ مَثل میں نہیں ہے۔مِثل کا لفظ مشابہت کلی کیلئے آتا ہے اس لئے کہ جوہر میں مشارکت ہو تو اس کیلئے ند کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور اگرکیفیت میں مشارکت ہو تو اس کیلئے شبہ کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور اگر کمیت میں مشارکت ہو تو اس کیلئے مساوی کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور اگر قدر و مساحت میں مشارکت ہو تو اس کیلئے شکل کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور ان تمام میں کلی مشارکت ہو تو اس کیلئے مِثل کا لفظ استعمال کرتے ہیں یہی وجہ ہے جب اللہ پاک نے اپنی ذات سے کلیۃ ہر شرک کی نفی کا ارادہ کیا تو فرمایا}:لَيۡسَ كَمِثۡلِهِۦشَيۡءٞ{[32] ترجمہ: اس کی مثل کوئی نہیں ہے ۔"

سو مَثل ، مِثل کی جگہ استعمال نہیں ہوسکتا کیونکہ عمومیت میں مَثل مِثل کی طرح نہیں ہے۔[33]

ابن عربی کا نظریہ

ابن عربی علیہ الرحمۃ کے نزدیک مِثل محسوسات کے ساتھ مشابہت کیلئے مستعمل ہے اور مَثل معقولات میں مشابہت کیلئے استعمال کیا جاتا ہے:

"أن "المثل" بكسر الميم عبارة عن شبه المحسوس، وبفتحها عبارة عن شبه المعاني المعقولة،[34] إذ لو كان "المثل" بالكسر و"المثل" بالفتح سيان للزم التنافي بين قوله عز وجل:" لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ " وبين قوله تعالى :" وللهِ الْمَثَلُ الأَعْلَىَ "، وإن الآية الأولى نافية للمثل، والثانية مثبتة له۔"

ترجمہ: مِثل میم کے کسرہ کے ساتھ محسوس کی مشابہت سے عبارت ہے اور میم کے فتح کے ساتھ معانی معقولہ کی مشابہت سے عبارت ہے اور اگر مِثل اور مَثل یکساں ہوتے تو "لَيۡسَ كَمِثۡلِهِۦ شَيۡءٞ" اور " وللهِ الْمَثَلُ الأَعْلَىَ " کے مابین تنافی لازم آتی اس لئے کہ پہلی آیت مثل کی نفی کرتی اور دوسری آیت اسے ثابت کرتی ہے۔

ابن ابی الاصبع کا نظریہ

"إن المثل لا يشبه المثل من جميع الوجوه ،ولو تماثل المثلان من كل الوجوه لاتحدا-".

ترجمہ: بلاشبہ مثل تمام وجوہ کے اعتبار سے مثل کے مشابہ نہیں ہے اور اگر من کل الوجوہ دونوں مثل ایک جیسے ہوتے تو یہ استعمال میں متحد ہوتے -

احمد بن محمد الفیومی ت770 ھ کی مثل اور مثل کے مابین فرق کی تحقیق

احمد بن محمد الفیومی بھی مثل اور مثل کےمابین واضح فرق کے قائل ہیں لیکن وہ مِثل کو شبہ کے معنیٰ میں اور مَثل کووصف کے معنیٰ میں ثابت کرتے ہیں -[35]

"والظاهر أن ما ذهب إليه هؤلاء الأعلام من اختلاف معنى المثل والمثل مما يقتضيه التبادر عند إطلاقها مجردين عن القرينة ، أما لو قيد كل منها بقرينة مفرقة ومميزة ، فيتأكد معنى كل منهما على حقيقته ، وحينئذ تصبح دعوى القول بأنها مترادفان منفية ومتهافتة-"

ترجمہ:اور ظاہر ہے کہ یہ علماء مَثل اور مِثل کے معنیٰ میں جس اختلاف کی طرف گئے ہیں وہ ان کے قرینہ سے مجرد اطلاق کے وقت متباد ر ہوتا ہے اور اگر ان میں سے ہر ایک کو کسی جدا و ممتاز قرینہ کے ساتھ مقید کردیا جائے تو ان میں سے ہر ایک کا معنیٰ اپنی حقیقت پر متاکد ہوجاتا ہے اور پھر یہ دعوی کہ وہ باہم مترادف ہیں منفی اورمتناقض ثابت ہوتا ہے-

امام رازی کا نقطہ نظر

"مثل اور مثل کا مادہ اصلیہ میم،ثاء اور لام ہے جو دو چیزوں کے مابین مماثلت پر دلالت کرتا ہے اور مماثلت دو چیزوں کے درمیان مکمل مساوات کو کہتے ہیں جو تمام ذات میں ہوتی ہے یا پھر احوال و صفات میں اگر وہ مماثلت کلی طور پر ذات میں ہو تو اس کیلئے

لفظِ مِثل استعمال کرتے ہیں بصورت دیگر لفظ مَثل استعمال ہوتا ہےاسی بنیاد پر کہا جاتا ہے ھذا مِثل ھذاجب کہ چیز حقیقت و ماہیت میں کلیۃ دوسری چیز کےمساوی ہو اور ھو مَثلہ اس صورت میں کہا جاتا ہے جب ایک چیز دوسری چیز کےان بعض احوال و صفات میں مساوی ہو جو حقیقت و ماہیت سے خارج ہوتے ہیں[36]اور اگر مثل اور مثل یکساں ہوتے تو اللہ پاک کے اس قول} لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ}[37]اور{وللهِ الْمَثَلُ الأَعْلَىَ وَهُوَ الْعَزِ يزُ الْحَكِيمُ} [38] میں تنافی لازم آتی کیونکہ اول میں مِثل کی نفی اور ثانی میں مَثل کا اثبات ہے۔"

مبحث چہارم: مثل کی لغوی واصطلاحی تعریف اور دنیوی امثلہ اور قرآنی امثلہ کے مابین فرق

لغوی تحقیق :امثال مَثَل یا مِثل کی جمع ہے اور مَثَل یا مِثل شبیہ و نظیر کے معنیٰ میں استعمال ہوتے ہیں اور اکثر مفسرین اور علماء لغت کے مطابق مثل کا معنیٰ اصلی یہی ہے-احمد بن فارس ت 395 ھ نے مَثَل کی لغوی تحقیق کرتے ہوئے لکھا: مَثَل کا مادہ اصلیہ میم ثاء،لام ہے جو ایک شئ کو دوسری شئ کیلئے نظیر بنانے پر دلالت کرتا ہے اور ھذا مثل ھذاسے مراد اس کی نظیر ہوتی ہے اور مَثَل اور مثال ہم معنیٰ ہیں۔[39]

صاحب لسان العرب مَثَل اور مِثل دونوں کیلئے کلمہ تسویہ کا لفظ استعمال کرکے لکھتے ہیں: مثل کا معنیٰ شبہ ہے کہا جاتا ہے :مثل و مثل اور شبہ و شبہ ہم معنیٰ ہیں-[40]

مثل کی اصطلاحی تعریف:

امامِ مبرد کی تعریف:وھو: قولٌ سائرٌ يُشَبَّه به حالُ الثاني بالأول، والأصل فيه التَّشْبِيه [41] ترجمہ: مثل سے مراد لوگوں میں ایسی رائج بات جس کے ذریعے حال ثانی کو اول کے ساتھ تشبیہ دی جائے اور مثل میں اصل تشبیہ ہے-

زمخشری کی تعریف : القول السائر الممثَّل مضربه بمورده **:**مثل، ولم يضربوا مثلًا ولا رأوه أهلًا للتسيير ولا جديرًا بالتداول والقبول إلا قولًا فيه غرابة من بعض الوجوه۔" [42] ترجمہ:عام لوگوں میں پھیلی ہوئی بات کو جس میں کسی وقتی حالت کو اصل حقیقت جیسا قرار دیا گیا ہو ۔ اوراہل عرب صرف ایسی بات کو بطور مثال بیان کرتے ہیں جس میں بعض لحاظ سے غرابت پائی جاتی ہوورنہ وہ اسےنہ تو رواج دینے کا اہل سمجھتے ہیں اور نہ ہی اسے قبول عام کے لائق قرار دیتے ہیں ۔

دنیوی امثلہ اور قرآنی امثلہ کے مابین فرق

امام مبرد اور زمخشری کے نزدیک دنیوی امثلہ ایسے کلام سے عبارت ہیں جن کیلئےتشبیہ ،سیرورت ،تداول بین الناس اورندرت ناگزیر ہیں لیکن قرآن مجید کی تمام امثلہ میں نہ تو تشبیہ پائی جاتی ہے اور نہ ہی تداول بین الناس اور سیرورت فی الارض کا عنصر پایا جاتا ہے ، بلکہ کسی میں لفظ مثل سے تصریح ہوتی ہے،کسی میں محض کاف تشبیہ کی بناء پراسے مثال قرار دیا گیا ہے اور کہیں نہ تشبیہ اور نہ تمثیل لیکن ازروئے حدیث وہ مثل قرار پاتی ہے۔[43]

مناع القطان مباحث فی علوم القرآن میں لکھتے ہیں-

"امثال قرآن کو نہ تو لغوی معنیٰ کی حقیقت پر محمول کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی ان مثالوں پر ثقافتی اور شعبی امثلہ کی تعریفات صادق آتی ہیں کیونکہ امثالِ قرآنی ایسے اقوال نہیں ہیں کہ جن کے ذریعے وقتی حالت کو اصل حقیقت سے تشبیہ دینے کیلئے استعمال کیا جاتا ہو اور نہ ہی علماء بیان کی تعریفات بعض امثلہ قرآنی پر صادق آتی ہیں کیونکہ نہ تو وہ استعارہ ہیں اور نہ ہی وہ معاشرے میں بکثرت مستعمل ہیں "

یہی وجہ ہے ابن قیم ان تمام تعریفات سے قطع نظر تمثیل قرآنی کی تعریف ان تین الفاظ،تشبیہ،تقریب اور اعتبار کے ساتھ کرتے ہیں:"تشبيه شيء بشيء في حكمه، وتقريب المعقول من المحسوس،أو أحد المحسوسين من الآخر،واعتبار أحدهما بالآخر"[44]

مثل سے مراد حکم میں ایک شئے کو دوسری شے کے مشابہ قراردینا ،معقول کو محسوس کے قریب کردینا یا دو محسوس چیزوں میں سے ایک کودوسری کے قریب کردینا اور ایک کو دوسری شئ پر قیاس کرنا-

سو امثالِ قرآنی کا دنیوی امثلہ سے بالکل منفرد اور جداگانہ مفہوم ہے جس کو پیش نظر رکھتے ہوئے علماء اسلام نے امثالِ قرآنی کیلئے تشبیہِ تمثیلی، مثل قیاسی اور تمثیلِ مرکب جیسی اصطلاحات وضع کی ہیں-

مبحث پنجم : آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں قرآن کریم کے تمثیلی منہج کی خصوصیات

ارشادِ رسول ﷺ ہے:" إن القرآن نزل على خمسة أوجه حلال وحرام ومحكم ومتشابه وأمثال فاعملوا بالحلال واجتنبوا الحرام

واتبعوا المحکم وآمنوا بالمتشابه واعتبروا بالأمثال" [45]حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے

ہیں:بے شک قرآن پانچ صورتوں میں نازل ہوا یعنی حلا ل و حرام،محکم،متشابہ اور امثال سو حلال پر عمل کرو،حرام سے بچو،محکم کی پیروی کرو،متشابہ پر ایمان رکھواور مثالوں پر قیاس کرو-

اس حدیثِ پاک میں "واعتبروا بالامثال" سے جہاں قیاس کی مشروعیت صراحۃً ثابت ہوتی ہے وہیں تمثیلی استدلال کیلئے بھی یہ الفاظ نص کا درجہ رکھتے ہیں- کیونکہ ابن رشد کی تصریح کے مطابق اعتبار کا مطلب اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ معلوم سے مجھول کا استنباط و استخراج کیا جائے [46]بالفاظ دگر محقق "ممثل بہ" اور ممثل لہ کے مابین مناسبتوں اور رشتوں پر مطلع ہو کر ایسے قانون یا قضیےتک رسائی حاصل کرےجس کے ذریعے دیگرمخصوص حالات کی لا محدود تعداد پر مذکورہ علل کے پائے جانے کی صورت میں شرع شریف کا حکم منطبق کرسکے ۔تطبیق و انطباق کا یہ وظیفہ در حقیقت اس استقرائی مشاہدہ و تجزیہ کی روح ہے جس کی طرف قرآن حکیم عقل انسانی کو بار بار متوجہ کرتا ہے، استقراء کے اس قیمتی عمل کے آخر سے اعتبار کواگر بے دخل کردیا جائے تو بحث و تحقیق محض جسمِ بے روح بن کے رہ جاتی ہے۔

قرآن مجید نے معقولاتجیسے توحید، بعث بعد الموت ، دنیوی زندگی کی حقیقت وغیرہ کو بذریعہ تمثیل محسوسات کے لبادے میں بیان کرکے غائب کو بمنزلہ حاضر کردیا ہے حتیٰ کہ دل و دماغ بآسانی ان کی حقیقت تک رسائی حاصل کرلیتے ہیں بعض اوقات ایک مثال ایک پوری کتاب کا کام کرجاتی ہے مثل مشہور ہے ۔ الأمثال مصابیح الأقوال:امثال تو اقوال کا چراغ ہیں ۔ اگر ہم بنظرِ غائر تمثیل کے اغراض و مقاصد پر غور کریں تو اَساساً دو بڑے مقصدسامنے آتے ہیں۔

1. **اِثباتِ حقائق**
2. **اِیضاحِ معنیٰ**

قرآن حکیم نے اَمثال و اَشباہ میں اول الذکر کیلئے کہیں دلیل انی [47]استعمال کی ہے تو کہیں دلیل لمی [48]سے کام لیا ہے کہیں جزئی سے کلی پر استدلال نظر آتا ہے [49]تو کہیں کلی سے جزئی پر استدلال دکھائی دیتا ہے[50] کہیں قیاس علت کی بناء پر عیسیٰ علیہ السلام کو آدم علیہ السلام کی نظیر ٹھہرا کر الوہیت کی نفی کی جاتی ہے [51]تو کہیں قیاسِ دلالت کی

صورت میں تمثیل ہی کے ذریعےامم سابقہ کی تباہی سے عبرت پکڑنے کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے ۔[52]

قرآن کریم میں ہر طرح کی مثال موجود ہے کیونکہ توضیحِ معنی کیلئے مثال سامع کی عقل وفہم اور استعداد ولیاقت کے مطابق ہی لانا عینِ حکمت ہے قران مجید کے مخاطبین تین طرح کے ہیں سادہ لوح ان پڑھ دیہاتی، عام غوروفکر کے حامل پڑھے لکھے لوگ،تحقیق وتفتیش کا ذوق رکھنے والے ماہرینِ فن- اول الذکر کے تذکر کیلئے سادہ مثال ہی کافی ہے ،ثانی الذکر قدرے تفکر سے کام لیکر حقیقت تک رسائی کا جذبہ اپنے اندر رکھتا ہے جبکہ ثالث الذکر اپنی علمی پیاس بجھانے کیلئے گہرائی و گیرائی کے ساتھ تعقل کا طلبگار ہوتا ہے قرآنِ مجید ایک ہی مثال سے ایسا طرز استدلال اختیار کرتا ہے کہ ہر ایک استعداد کا حامل مکمل طور پر مطمئن ہوجاتا ہے حسب ذیل آیاتِ ثلاثہ اس دعوی پرحجت کاملہ ہیں-

"وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ"[53] ، " وَتِلْكَ ٱلْأَمْثَٰلُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ "[54]، " وَتِلْكَ ٱلْأَمْثَٰلُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ"[55]

دوسری طرف زبان وبیان کے اعتبار سے بھی اسلوب تین طرح کے ہیں-خطابی، ادبی اور علمی،خطابی میں خطابیات ملحوظ ہوتی ہیں،ادبی تحریر میں صنائع و بدائع سے کام لیا جاتا ہے جبکہ علمی مقالے میں مقایسہ و مقارنہ اور دلائل و براہین پیشِ نظر ہوتے ہیں- بیک وقت ،بیک کلام ،ان اسالیبِ ثلاثہ کو نبھانا اورسطور بالا میں مذکور ہرطبقہ سے حسب استعداد مخاطبہ بساطِ انسانی سے باہرہے امام باقلانی نے باین وجہ امثال واشباہ کو قرآنی وجوہ اعجاز میں سے ایک وجہ گرداناہے کہ قرآنِ مجید توضیح معنیٰ اور اثباتِ حقائق کیلئے مشاہداتی دلائل سے کام لیکر اس انداز سےمکمل تصویر بناتا ہےکہ ہر ایک استعداد اور ہر ایک ذوق کی تسکین علی وجہ الکمال ہوجاتی ہے-

انہیں خصوصیات کی بناء پرماوردی علم الامثال کوعلوم قرآن میں سب سے اعظم علم قرار دیتے ہوئے اس بات سے شاکی ہیں کہ لوگ امثلہ کے حکائی اور ادبی پہلوؤں پر تو غوروفکر کرتے ہیں لیکن عبرو عواقب سے غافل ہیں- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ معرفتِ امثال کو مجتہد پر واجب قرار دیتے ہیں کیونکہ بلاشبہ امثالِ قرآنی ایمان و توحید اور دیگر معتقدات اسلام کے اثبات کیلئے حجت و برہان کی حیثیت رکھتی ہیں اور ان کے ذریعے اللہ پاک نے اربابِ فکر ونظر کو ان امثلہ پر مبنی دلائل وبراہین میں غورفکر کی طرف متوجہ کرکے اپنی معرفت کی طرف راہ

قرآنِ کریم کے تمثیلی منہج کا تجزیاتی مطالعہ

دی ہے مثلاً بعث بعد الموت ایک معرکۃ الآراء مسئلہ ہے جو ہر زمانے میں لوگوں کی گفتگو کا موضوع رہا ہے اور ہر زمانے میں بہت سے لوگ اس کے منکر رہے ہیں اس لئے قرآنِ کریم نے بھی اس مسئلے کو کسی بھی حوالے تشنہ کام نہیں چھوڑا ، از روئے قرآن انشا عدم محض سے اعطاءِ وجود کا نام ہے اور احیاء شئ موجود کو صفت حیات سے متصف کرنے کا نام ہے ، جو ذات عدم سے ایجاد پر قادر ہے، اس کیلئے رمیم کو حیات سے متصف کرنا کونسا مشکل ہے - قرآن کریم مشرکین مکہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے: عدم سے انشاء کو تسلیم کرتے ہو اور وجود کیلئے احیاء کے منکر ہو - یہ تمہاری عجیب منطق ہے؟ ،منکرینِ معاد کیلئے مختلف مقامات پر قرآنِ مجید کاتشبیہی طرزِ استدلال تو ملاحظہ کیجئے!

1- كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ [56]

2- كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ ۚ [57]

3- وَيُحْيِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذَٰلِكَ تُخْرَجُونَ [58]

4- وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ ۖ قَالَ مَنْ يُحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ [59]

5-أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَادِرٍ عَلَى أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلَى وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ [60]

6- أَفَعَيِينَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ[61]

ان تمام آیاتِ مبارکہ سے قرآنِ پاک نے منکرینِ معاد کو تمثیلی استدلال کے ذریعے ایک اصول کی صورت میں عقلی میزان عطا کیا: ہر بنائے مشاہدہ اگر ایک حقیقت کو تسلیم کرچکے تو اس کے اعادہ کو بطریقِ اولیٰ تسلیم کرنا چاہئے-

قرآن کا یہ تمثیلی استدلال" كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ " کس قدرسادہ ،کتنا سہل اور کتنا دل نشیں ہے کہ بڑی سے بڑی منطقی ابحاث بھی اثر آفرینی میں اس کی حریف نہیں ہو سکتیں۔صغری و کبرٰی اور مڈل ٹرم کی دریافت کو سرمایہ افتخار بنانے والا ارسطو بھی اگر یہ اندازِ استدلال دیکھ لیتا تو بے اختیار پھڑک اٹھتا۔امثلہ سے جو عام اصول مفہوم ہوتا ہے : دو متماثل اشیاء کا حکم ایک اور دو متفرق کا حکم کسی فرق کی بناء پر مختلف ہوگا ۔قرآنِ مجید کا یہ عطا کردہ اصول بظاہر بہت سادہ لیکن در حقیقت نظرواستدلال کاوہ پیمانہ ہےجس سے بےشمار عقدے حل ہوتے چلے جاتے ہیں۔

قرآنِ مجید کا دعویٰ ہے: وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ[62]-اس نے بلند پایہ مضامین پر مبنی حقائق اور حکیمانہ مطالب پر مبنی عمیق دلائل کو بہ لباس امثلہ ظاہر و باہر

کردیا ہے اور وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ[63] ؛ ایک ہی قضیہ پر امثلہ کی تصریف تنویع حجج و براہین کا منہ بولتا ثبوت ہے - علامہ ابن تیمیہ کے بقول امثلہ کا سیاق وسباق اور ان کے منطوقات بہر صورت کسی نہ کسی دلیل و برھان کو متضمن ہوتے ہیں[64] بلاشبہ یہ دعوی کسی طور پر بے جا نہیں اس لئے کہ عدل ترتیب مقدمات اور قیاس و استدلال کی کسی بھی شکل میں منعکس ہو اہلِ دانش و بینش اسے صحیح نتائج پر مبنی ہونے کی وجہ سے دلیل و برہان ہی کا نام دیتے ہیں سو عدل و انصاف کے پیمانے اور کسوٹیاں یونانیوں کی میراث نہیں ہیں بلکہ دامنِ قرآن میں یہ جواہر ِحق نما مہرنیمروز کی طرح ضو فشاں ہیں اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ۭ[65]: یہ حق و میزان ہی در اصل وہ کسوٹیاں ہیں جن پر مخاطبین قرآن بآسانی حق وباطل میں حد فاصل کا ادراک کرسکتے ہیں -

نتائج بحث

1. قرآن کریم ازروئے حدیث پانچ صورتوں ،حلال و حرام ، محکم و متشابہ اور امثال میں نازل ہوا ہے-
2. مادہ (م ث ل) اپنے مختلف مشتقات کے ساتھ قرآن حکیم کی 165آیات میں 177 مرتبہ وارد ہوا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ مِثل (میم مکسورہ) اور اس کی جمع امثال 84 آیات میں 84 مرتبہ وارد ہوا ہے جبکہ مَثل (میم مفتوحہ) اور اس کی جمع امثال 71 آیات میں 87 مرتبہ وارد ہوا ہے اور اسی سے مشتق تمثل، امثل،المثلی اور مثلات ایک ایک مرتبہ قرآن حکیم میں آئے ہیں اور لفظ تماثیل قرآن حکیم میں دو مرتبہ استعمال ہوا ہے-
3. مَثَل اور مِثل دونوں کا مادہ اشتقاق اگرچہ ایک ہے اور دونوں کا معنیٰ اصلی بھی شبہ ہے، مگر استعمال کے اعتبار دونوں مختلف ہیں قرآنِ حکیم میں مَثل کہیں مشبہ کے ساتھ، کہیں مشبہ بہ کے ساتھ ،کہیں دونوں کے ساتھ ، کہیں بطور تمییز ، کہیں بطور فاعل اور کہیں ضرب اور اس کے مشتقات کے ساتھ مستعمل دکھائی دیتا ہے
4. مَثَل کے برعکس مِثل ادوات تشبیہ میں سے ایک ادات ہے جس کے ذریعے مماثلت کو پختہ کیا جاسکتا ہے -

5. مَثَل (بفتحتین) اور مِثل (کسرہ و سکون کے ساتھ) اگرچہ ایک ہی مادہ سے مشتق ہیں اور دونوں کا معنیٰ شبہ و نظیر ہے مگر ان کے استعمال کے حوالے سے دو نقطہ نظر پائے جاتے ہیں -
6. امام مبرد اور زمخشری کے نزدیک دنیوی امثلہ ایسے کلام سے عبارت ہیں جو کسی خاص موقع پر صادر ہوا پھر اپنی ندرت ، جودت اور غرابت کی بناء پر لوگوں کی زبانوں پر جاری و ساری ہوگیا مگر قرآن مجید کی امثلہ پر یہ مفہوم صادق نہیں آتا کیونکہ امثال عالم کیلئے جو تداول بین الناس اور سیرورت فی الارض کی شرط ہے وہ امثالِ قرآنی میں نہیں پائی جاتی-
7. تمثیل کے اغراض و مقاصد پر غور کریں تو اَساساً دو بڑے مقصدسامنے آتے ہیں-اِثباتِ حقائق ، اِیضاحِ معنیٰ
8. قران مجید کے مخاطبین تین طرح کے ہیں- بلید ، متوسط اور فطین -زبان وبیان کے اعتبار سے بھی اسلوب تین طرح کے ہیں-خطابی، ادبی اور علمی-

مصادر و حواشی

[1] ـ البيهقي، أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخسروجردي الخراساني، أبو بكر. شعب الإيمان. فصل في ترك التفسير بالظن، رقم الحديث: 2095 المحقق الدكتور عبد العلي عبد الحميد حامد. الرياض: مكتبة الرشد للنشر والتوزيع، 2003م.. ج3، ص548.

[2] عبد الباقي محمد فؤاد:المعجم المفهرس لألفاظ القران الكريم:660-661، مطابع الشعب ،القاهرة،1378

[3] -سوره ابراهيم:26:14

[4] - سورة الحديد:20:57

[5] - سورة البقرة:17:2

[6] -سورة البقرة26:2

[7] -سورة الجمعة:5:62

[8] -سورة الكهف45:18

[9] -سورة الكهف:110:18

[10] -سورة الشورى:11:42

[11] - راجع اللسان: المادة (م ث ل)

[12] - التفتازاني : مختصر المعاني مطبعة أحمد كامل تركيا، ١٣٢٦ھ ص ١٣٤

[13] -سورة آل عمران:59:3

[14] -سورة بقرة:264:2

[15] - مجلة اللسان العربي: 9 : 1 : ص ١٣٢-١٣٠، المكتب الدائم لتنسيق التعريب، الرباط، ١٩٧٢ء

[16] - سورةالرعد6:13

-[17]الجوهري، الصحاح-ج5، ص 1816
[18]- سورةمحمد15:47
[19].الأزهري. "تهذيب اللغة"ج15، ص97.
[20]- سورةالزخرف56:43
[21]- سورةالزخرف59:43
[22]- سورةالنحل60:16
[23]- سورةطه63:20
[24]- ابن منظور ، لسان العرب۔ج11ص610
[25]- سورةطه104:20
[26]- سورةالانبياء59:21
[27]- سورةسبا13:34
[28]- سورةمريم17:19
[29] ابن فارس ، معجم مقاييس اللغة۔ ج 5،ص296۔
[30]- الألوسي، روح المعاني - ج 1، ص 165
[31]- الفراهيدي، أبو عبد الرحمن الخليل بن أحمد بن عمرو بن تميم البصري، كتاب العين، ، المحقق: د. مهدي المخزومي، د. إبراهيم السامرائي، دار ومكتبة الهلال. ج8، ص229
[32]- الراغب الأصفهاني، المفردات في غريب القرآن-ج1 ص 462.
[33]-میدانی کے نزدیک اس کے برعکس ہے -الميداني، أحمد بن محمد بن إبراهيم الميداني النيسابوري، مجمع الأمثال، دار المعرفة، بيروت، لبنان، ج1، ص5.
[34]- ابن العربي، قاضي أبو بكر محمد بن عبد الله بن محمد المعافري، المالكي. "عارضة الأحوذي بشرح صحيح الترمذي"، ج10، ص295.
[35] ۔ ابن منظور ، لسان العرب۔ج11ص611
[36]- الرازي ، التفسير الكبير۔ج27، ص585
[37] سورة الشورى 11:42
[38] سورة النحل60:16
-[39] ابن فارس، معجم مقاييس اللغة:ت: عبد السلام هارون، بيروت، لبنان: دار الجيل، 1420 ه، ج 5، ص 296۔
[40]- ابن منظور، لسان العرب، بيروت، لبنان: دار صادر، 1955ء، ج11، ص610.
[41]- الميداني، أبو الفضل أحمد بن محمد بن إبراهيم النيسابوري، مجمع الأمثال، محقق: محمد محيى الدين عبد الحميد، بيروت، لبنان: دار المعرفة، ج1، ص5
[42] - الزمخشري، الكشاف -ج 1، ص195.
[43]- الميداني،، مجمع الأمثال، دار المعرفة، ج1، ص5.، البكري، أبوعبيد عبد الله بن عبد العزيز بن محمد البكري الأندلسي. فصل المقال في شرح كتاب الأمثال. مؤسسة الرسالة، بيروت، لبنان، 1971ء، ص113، النحلاوي، عبد الرحمن. أصول التربية الإسلامية وأساليبها في البيت والمدرسة والمجتمع. بيروت: دار الفكر، ص200. ، القطان، مباحث في علوم القرآن۔ ص291. الزمخشري،. الكشاف. بيروت: دار إحياء التراث العربي، 1922ء، ج 1، ص 195.
[44] ابن قيم الجوزية، محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين، إعلام الموقعين عن رب العالمين، تحقيق: محمد عبد السلام إبراهيم، بيروت، لبنان: دار الكتب العلمية1991م، ج1، ص116.

[45] ۔ البيهقي، أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخسروجردي الخراساني، أبو بكر. شعب الإيمان. فصل في ترك التفسير بالظن، رقم الحديث: 2095 المحقق الدكتور عبد العلي عبد الحميد حامد. الرياض: مكتبة الرشد للنشر والتوزيع، 2003م.. ج3، ص548.
[46] ۔ابن رشد .فصل المقال فيما بين الحكمة والشريعة من الاتصال. مصر، مكتبة المحمودية، ص9.
[47] اگر مسبب و معلول کے وجود سے سبب و علت پر استدلال کیا جائے تو اسےبرھانِ انی کہا جاتا ہے۔
[48] اگر سبب و علت کے وجود سے مسبب و معلول پر استدلال کیا جائے تو اسے برھانِ لمی کہا جاتاہے۔
[49] اسے اصطلاحِ منطق میں قیاس کہا جاتا ہے۔
[50] منطقیین اسے استقراء کا نام دیتے ہیں
[51] وہ قیاس جس میں فرع کا الحاق اصل کے ساتھ علت منصوصہ یا علت مستنبطہ کے توسط سے ثابت ہو
[52]وہ قیاس جس میں معلول علت سے علت پر استدلال ہوتا ہے پھر علت سے دوسرے معلول پر استدلال ہوتا ہے
[53] ۔سورة الزمر 27:39
[54]- سورة الحشر 21:59
[55]- سورة العنكبوت43:29
[56] ۔ سورة الأعراف297:
[57] ۔ سورة الأنبياء104:21
[58] ۔سورة الروم 19:30
[59] ۔سورة يس 78:36
[60] ۔سورة يس 81:36
[61] ۔سورة ق 15:50
[62] سورة الزمر27:39
[63] سورة الكهف 54:18
[64] مجموع الفتاویٰ لابن تیمیة 54:14مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف، المدينة النبوية، المملكة العربية السعودية
[65] سورة الشورى :17:42